جو دیکھون بزم مین اوس شوخ جنگجو کیطرف
چھری کو دیکھکے دیکھے مرے گلو کیطرف

ہمارے آگے ہی ذکر اگلے دوستدارونکا
پڑا نے مُردونکی وہ ہڈیان اوکھاڑتے ہین

جنون مین کیا مری پیوند پیرہن مین لگے
کہ ایک تار بھی چھوڑا ہو تو کفن مین لگے

کبھی تو آؤ ہمارے گھر مین سنو ہماری بھی چار باتین

عجب ہے شکوہ رقیب کا یہان ہزار منہہ مین ہزار باتین

ہم تو نکے دلکو جذب دل سے کھینچے جائینگے
پیر پڑے پتھر ہین بہت مشکل سے کھینچے جائینگے

نہ پہونچا کوئی اپنے پاس پہونچا جبکہ وقت اپنا
اجل کو آفرین ہے وقت پر پہونچی تو یہہ پہونچی

ہمیشہ رہتے ہین اونکی مصاحبت مین سہی
ظفر ملاتے ہین جو ہان سے ہان نہین سے نہین

ہمکو کیا کام ہے ہم کون شکایت والے
کچھ کہین یا نہ کہین آپکی صحبت والے

قیمت جنس دل اپنی مین کہون کیا تم سے
پوچھو کیا دیتے ہین بازار محبت والے

لے دونگا اپنی جان تلک بیچکر تمہین
اے نالو ہاتھ آئے بقیمت اثر تو لو

ابتو خط مین نے لکھا تمکو ہوئی مجھسے خطا
پھر نہین لکھنے کا کہئے تو مچلکا لکھدون

قتل عالم کو کرو تم اور قضا کا نام لو
اے بتو تہمت نہ لو دیکھو خدا کا نام لو

نہ دیا بوسہ نہ منہہ تمنے لگایا منہہ سے
آپ کہتے رہے یون ہی ہین کیا کیا منہہ سے

اوسکو دوست سمجھتے ہین وہ جو کچھ نہ کہے
کرے جو اوسے جواب و سوال دشمن ہے

مین جو کہتا ہون بیوفا ہے رقیب
وہ مجھے کہتے ہین کہ تو کیا ہے

ظہیر

سید ظہیر الدین حسین عرف نواب مرزائی دہلوی خلف میر جلال الدین خوشنویس اوستاد محمد بہادر شاہ از شاگردان ذوق دہلوی بود

مانا کہ تم سے دل نہین ملتا نہین ملے
کیا مجھ سے خاک مین بھی ملایا نہ جائیگا

کوے دشمن سے گذرنا کیا تھا
اے وہ رفتار قیامت ہی سہی

عین مہملہ

عارف میر عارف علی از باشندگان امروہہ و شاگردان مصحفی از عروض و قافیہ خیلے آگاہ بود آخر الایام در مرادآباد طرح سکونت ریختہ و ترک شعر و شاعری گفتہ تہذیب خلق اللہ پیش گرفتہ **ہ**

رات ساری مجھے دونوں کی تسلی میں کٹی ۔ ہاتھ دل پر سے اوٹھایا تو جگر پر رکھا

عارف نواب زین العابدین خان خلف نواب غلام حسین مسرور تخلص از جرعہ نوشان سرچشمۂ فیض میرزا غالب بود دیوانے دارد در ۱۲۶۹ اجلش در رسید از گفتار وے می تراود کہ دستگاہے بلند درین فن داشتہ **ہ**

ہماری خاک سے اوسکو کدورت کب کی تہی یا رب ۔ سکھایا ہے اوسے چلنا اوٹھا کر جسنے داماں کا
شوخی وہ بہری ہے کہ ذرا جا نہیں پاتی ۔ دشوار ہے آنا تری آنکھوں میں حیا کا
سخت شرمائے ہیں اتنا نہ سمجھتا تہا انہیں ۔ چھیڑتا تہا تو کوئی شکوہ بیجا کرتا
دیوانگی میں غیر کو دون خاک گالیان ۔ اب مانتا ہے کون برا میری بات کا
مفلسوں کو تو ہے مرنا بھی جدائی میں محال ۔ کہا ئینگے کیا نہ اگر زہر میسر ہوگا
امتحاناً وہ مرض کا مرے کرتے ہیں علاج ۔ یہہ بھی ہے فضل خدا جو مجھے آرام نہیں
غصہ میں اونکو کچھہ نہ رہا تن بدن کا ہوش ۔ کیا لطف ہم نے شکوا وٹھائے عتاب میں
دیکھا ہے ترے بیمار کو عیسیٰ تو جواب ۔ لب جان بخش ترے دیکھیے کیا کہتے ہیں
نہ تو روزن کوئی سینہ میں نہ پہلو میں شگاف ۔ دل سے ارمان مرے نکلے تو کیونکر نکلے
بیکسی میں مجھے ہوتی ہے غنیمت وہ بھی ۔ کوئی جو وقت مرے سر پہ بلا آتی ہے
کس تعجب سے اوسے غور سے ہم سنتے ہیں ۔ کہیں آپس میں اگر ذکر وفا آتا ہے

عرشی میر احمد حسن برادر کلان پدر عالی گہرست در شباب از جہان رفت و کان ذلک فی سنہ ۱۲ھ گفتار خویش بر میرزا غالب میگذرانید در قصیدہ گوید ؎

مغلوب ہین سب اہل زبان میرے سخن سے
ہون زلہ ربا غالب اعجاز رقم کا

و بر ہر صنف از اصناف سخن قدرتی داشت و در ہر سہ زبان تازی و پارسی و ریختہ حرف می زد قوت طبع بوجودیت ذہن کہ او را بود کمتر از کسے بر فراز پیدا ئی آید کلام پاکیزہ اش بیشتر صنائع شد آنچہ ما یافتہ ایم بنا بر ضابطہ بیتے چند ازان می آریم ؎

مجھے خوشی ہے ترے عشوہ ہائے پیہم کی
رہے نہ کوئی ستم عذرِ امتحان کے لیے

شعلۂ عشق وہ ہے جس سے زمانہ جل جائے
یون تو پتھر کے بھی سینہ مین شرر ہوتا ہے

جولان کہان کیجئے گر لامکان نہو
ہمت کسے دکھائیے گر آسمان نہو

اے وضع احتیاط یہ فصلِ بہار ہے
گلبانگ شوق زمزمہ خیز فغان نہو

اتنی ہی آرزو ہے ہمین تجھسے اے فلک
پیدا اونکی اک نہین بھی نہو جو ہان نہو

حاضر ہون آج مجمع دیوان عام مین
پھر کیجیے کسیکو حوصلۂ امتحان نہو

کیا اک بات مین جامہ سے باہر
شب وصل اوس نے جب مجھ سے حیا کی

خود آرائی سمجھونگے یہ کافر
خدائی یون تو برحق ہے خدا کی

سنتا ہی نہین کوئی مرے دردِ نہان کو
قلقل نہین کہتا کبھی مینا مرے آگے

سحر جو مینے کہا ہو تصور شب کا سمان
تو ہنسکے بولے کہ چل دور ہو ہوا سو ہوا

عرشی منشی عبد الحی خلف منشی رسول بخش از اہالی کاکوری ست ؎

مجھے یاد آگئی صبح شب وصل
بہت کچھ دھوم تھی روزِ جزا کی

تبسم سے تمہارے بلبلو نمین
ہنسی ہونے لگی آخر چمن کی

عزیز مولوی عبد العزیز خلف مولوی صہبائی کتب درسیہ بخدمت پدر بزرگوار

گذرانیدہ طبع ہموارہ داشتہ ہ

خدا نخواستہ کیا ہمکو اس سے تھا انکار		عزیز کعبہ اگر کوچہ بتان ہوتا
ساقی جلے ہے بزم مین کسکا جگر کہ آج		ہر سو رواں ہے قافلہ بوے کباب کا
خرام ناز مبارک تجھے ولے اے برق		خیال رکھیو ہمارے بھی آشیانے کا
یاد کرتے ہو مجھے گرچہ بُری طرح سے پر		مین اسی بوجھ سے احسانکے دبا جاتا ہون

عزیز محمد عبد العزیز ابن شیخ مخدوم بخش انصاری خیر آبادی نواسۂ منشی عبد الکریم میر منشی ریاست بھوپال از شاگردان استادی افتخار الشعرا شہیرست و در پارسی نیز سخن میگزارد ہ

بوسہ تم غیر کو دو غیر تمہین پیار کرے		منہ کو بیٹھا مین تکون ہاتے ری حسرت مری
آج ہوتی ہے بیکسی بیکس		تیرا بیمار ہجر مرتا ہے

عشق شاہ رکن الدین دہلوی عرف شاہ کھیٹا نبیرۂ شاہ فرہاد معاصر سودا در عظیم آباد سکونت ورزیدہ بو قار لہ برد دیوانے دارد ہ

تیر کے نام پر تڑپتا ہے		اسطرح کا کہین جگر دیکھا

عشق حکیم میر عزت اللہ خان خلف حکیم قدرت اللہ خان قاسم از تلامذۂ ثناء اللہ خان فراق و از پدر خود نیز مستفید بود دیوانے دارد ہ

تم غیر کے گھر بیٹھ کے دل شاد کروگے		ہم کون ہین صاحب ہمین کیون یاد کروگے

عشق شیخ غلام محی الدین از سکنا ر میرٹھ مبتلا ہم تخلص میکرد دیوانے دارد ہ

کہے ہے سن کے وہ یون مبتلا کے قصہ کو		کہ خواب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

غین معجمہ

غالب فخر عرفی و غیرت طالب میرزا نوشہ اسد اللہ خان المخاطب بنجم الدولہ
دبیر الملک نظام جنگ بہادر افراسیابی دودمان اکبرآبادی مولد دہلوی مسکن
لفظ غریب تاریخ ولادت اوست و وفاتش در ۱۲۸۵ھ واقع شدہ از تالیفات اوست
پنج آہنگ و دستنبوے و مہر نیمروز و قاطع برہان در پارسی زبان دیوانے دارد
مجموع ابیاتش دہ ہزار و چار صد و بست و چہار است در اوائل بروش میرزا
بیدل حرف میزد آخر الامر اندازے دیگر مطبوع ابداع نمودہ و دیوانے کہ در
ریختہ است فراوان ابیات ازان ساقط کردہ قدر قلیلے انتخاب زدہ است اوّلاً
اسد تخلص میکرد چنانچہ در بعضے مقاطع غزلیات ہنوز موجود است مدتِ مشق
وے پنجاہ سال است در پارسی پایہ اش از فحول اساتذہ کم نیست و در ریختہ
ہم رتبہ اش بسیار اگر کسے ست اگر حدیقۂ نظم را نوبہار ست در عرصۂ نثر نیز مرد کار ست
قدرتے کہ بر جمیع اصناف سخن او راست نتوان گفت نمی بینی کہ توجہ بعضے سخنوران
ہمہ بغزل معطوف ست و جز غزل نغمۂ دیگر نمی توانستند سرودن و راس المال
برخے ہمہ قصیدہ است و جز قصیدہ ترانۂ دیگر از ایشان نتوان شنودن و
علیٰ ہذا القیاس غالب سخنوریست کہ اگر زمین غزل است بآسمان بردۂ اوست
و اگر عرصۂ مثنوی ست پامال کردۂ او جگاماہ اش بقصیدہ عرفی ہمپایہ است
و جامہ اش چون غزل نظیری گرانمایہ و رنگ گرفتہ تر آنکہ وے بہر وادی کہ قدم
میکشود بسرعت تمام می پیمود و با اینہمہ فروغ مضامین و چستی ترکیب و شوکت
الفاظ و رنگینیٔ معنی و متانت بیان و شستگی زبان کہ از شعرا کمتر کسے را بالقوہ میسر
بود بالفعل نصیب او بود آنچہ بہ نسبت دیگران مبالغہ اش نامند در بیجا نفس الامرش
خوانند انصاف بالاے طاعتست اگر بہ پیشینیان ہمسرش نگوئیم کہ الفضل
للمتقدمین دیوانہ ہم کہ کمترش از ایشان پنداریم و با کمال سخنوری

کمال سخن فہمی داشت وچنانکہ می شاید لطف شعری برداشت حضرت شیفتہ می نگارد دے
مضامین شعری را کما ہو حقہ می فہمد و جمیع نکات و لطائف بلیغ در این فضیلتے ست کہ مخصوص
بعض اہل سخن ست اگر طبع سخن شناس داری باین نکتہ برسی چہ خوش فکر اگرچہ کمیابست
اما خوش فہم کمیاب تر خوشا حال شخصے کہ از ہر دو شربے یافتہ و حظے ربودہ انتہے بنا بر ضابطہ شعری
چند ثبت میشود ورنہ دیوانش ہمہ نقطۂ انتخاب است

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

جاتی ہی کشمکش کوئی اندوہ و درد کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا

گریہ چاہے ہی خرابی مرے کاشانہ کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

کی مرے قتل کے بعد اوس نے جفا سے توبہ
ہاے اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

غم فراق مین تکلیف سیر گل مت دو
مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہو
اب تلک تو یہ توقع ہی کہ وہان ہو جائیگا

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

رشک کہتا ہی کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

نظر مین کھٹکے ہی بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار

اسد بسمل ہی کس انداز کا قاتل سے کہتا تھا
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہی ہے
بیٹھنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

وہ حلقہ ہاے زلف کمین مین ہین اے خدا
رکھیو میرے دعوی وارستگی کی شرم

کون وام بخت خفتہ سی اک خواب خوش ولے
غالب یہ خوف ہی کہ کہانسے ادا کرون

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین
ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین

ترے سرو قامت سے اک قد آدم
قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہین

کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ
ہمکو جینے کی بھی امید نہین

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سنکے ستم ظریف نے مجھکو اوٹھا دیا کہ یون

قیامت ہی کہ سن لیلی کا دشت قیس مین آنا
تعجب سے وہ بولا یون بھی ہوتا ہی زمانے مین

اہل تدبیر کی واماندگیان
آبلون پہ بھی حنا باندھتے ہین

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو

عاشق ہوئے ہین آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھہ تو مکافات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

رہے اوس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

مرے دلمین ہی غالب شوق وصل و شکوہ ہجران
خدا وہ دن کرے جو اوس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اوسکو آتی ہی تو شرما جائے ہے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین
کھینچتا ہے جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جائے ہی

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اوٹھانیکی
فلک کا دیکھنا تقریب اوسکے یاد آنے کی

اوگ رہا ہی در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

بس ہجوم ناامیدی خاک مین ملجائیگی
یہ جو اک لذت ہماری سعی لاحاصل مین ہے

نظارہ نے بھی کام کیا وان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

پھر اوسی بیوفا پہ مرتے ہین
پھر وہی زندگی ہماری ہے

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال
مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجھکو مزا بھی مرے آزار مین آوے

اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور	دلمین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید	نا امیدی اوسکی دیکھا چاہیئے
وعدہ آنیکا وفا کیجیے یہ کیا انداز ہے	تمنے کیون سونپی ہی میرے گھر کی دربانی مجھے
کبھی نیکی بھی اوسکے جی مین گر آجاے ہے مجھسے	جفائین کرکے اپنی یاد شرما جاے ہے مجھسے
گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے باایںہمہ	ذکر میرا مجھہ سے بہتر ہے کہ اوس محفل مین ہے
مین بلاتا تو ہون اوسکو مگر اے جذبہ دل	اوسپہ بنجاے کچھہ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

غضنفر غضنفر علی خان نبیرۂ غلام حسین خان کرڑ درہ لکھنوی از شاگردان جرأت است حضرت شیفتہ می فرماید کہ ارباب تذکرہ نوشتہ اند کہ از ہمہ شاگردانش ممتاز است و فقیر شعرے ندیدم کہ نظر بران این معنی باید پذیرفت الابیت اول بسیار شابہ بانداز استاد اوست و ہو ہذا ؎

کہتا تھا اس مریض کو کل وہ سنا سنا	کردے کوئی معاف کسی کا کہا سنا
کبھی دیکھی جو کل تصویر مجنون	تو گویا بیٹھے مین بس ہو ہو ہم

غمگین میر عبداللہ پسر میر حسین تسکین از شاہجہان آباد رخت بربست و نزد پدر خویش برامپور رفت و ہنجا قالب تہی کرد از نوجوانان بود ؎

آتے ذرا نہ اور تو مر ہی چکے تھے ہم	تم نے تو کہدیا کہ ہمین کچھ خبر نہین
لگی کرین جگر و دل تو کیا کرون یارب	کچھ اور دے مجھے مژگان خونفشان کے لئے
اب آ یون ہی میرے سینہ سے لگجا	گرہ وا ہو جیسکی بند قبا کی
چاہیئے تھا کوئی مرنے کا بہانا دلکو	تم چلے روٹھہ کے اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

الفاء

فاخر مرزا جھینگا قوم مغل از باشندگان دہلی ھ

لب ہی تک آکے پھر گیا نالہ — ورنہ کیا جانے کیا سے کیا ہوتا
تہا دلمین بوسہ سوتے مین لیجے پہ کیا کہین — سو کے نصیب یہہ کہ وہ بیدار ہو گیا

فاخر منشی محمد فاخر حسین خلف منشی محمد احتشام الدین سہسوانی در اوائل اصلاح از ہمین برادر خود منشی انوار حسین تسلیم میگرفت اکنون از منشی منیر اتفاق می افتد قانون شریعت محمدی او راست شنیدہ شد کہ دو دیوان ریختہ دارد و دیوان ثانی در یک قافیہ و ردیف است قریب یکہزار غزل دران بودہ باشد ھ

شرط بوسون کی وہ اگر جیتے — فاخر اسمین بھی اپنی ہار نہین
آئینہ کہتا ہے فاخر دیکھکر میری طرف — کیونکر آجائے ترا انداز حیرانی مجھے
مین تو روٹھا ہوا بیٹھا ہون منانا بیہودہ شوخ — شکل ایسی کوئی تصویر مین بہزاد رہے

فدا مرزا بلند بخت دہلوی خلف شہزادہ مکرم بخت بہادر از شاگردان مولوی صہبائی ھ

حشر مین پرسش مری پہلے ہو یارب رنج مین — جب تلک چپکا رہونگا جی مرا گھبرائے گا

فدا فدا حسین خان خلف ضیاء الدین حسین خان عرف آغا مرزا قوم مغل از سکنائے لکھنؤ اولاً در سلک تلامذہ میر ممنون منتظم بود عاقبت زانوے ادب پیش مصحفی تہ کرد از دست ھ

نہین کہاتا وہ قسم غیر کے گھر جانیکی — سچ جو پوچھو تو یہی بات ہے مرجانیکی

فراق حکیم ثناء اللہ خان برادر زادہ ہدایت اللہ خان ہدایت از ارادتمندان خواجہ میر درد بود قدس سرہ و نیز نسبت تلمذ با ایشان داشت دیوانے گذاشتہ از ریختہ گویان بود ھ

چمن کی سیر کو آجاتے ہین کبھو گلچین — دماغ کسکو یہان آشیان بنانے کا
یہہ غم ہے ساغر و مینا مجھے کہ میرے بعد — ذرا بھی تمکو نہین کوئی منہ لگانے کا

دامن تلک گیا تہا کہین اوسکے دست ہم	اللہ رے نازکی دہین ہولی سنگ گئی
تم گالیان جو دو تو مین جنگی بہی کیا ملون	پیارے کسیکا ہاتہہ کسی کی زبان چلی

فروغ محمد عمر سلطان دہلوی خلف مرزا اسما برادر است

دل تو ہم دینگے اوس ستمگر کو	وہ بھی سمجھے اسے اگر اپنا
رنج دینے لگی وفا دل کو	اپنا انداز تو سکھا دل کو

فصیح مرزا جعفر علی مرثیہ گو خلف مرزا ہادی لکہنوی از تلامذۂ شیخ ناسخ

مجہہ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہون مین	تم مین دو وصف ہین بدخو بہی ہو مغرور بہی ہو

فغان اشرف علی خان مخاطب بہ کوکلتاش خان کوکلۂ احمد شاہ بادشاہ ابن مرزا علیخان از باشندگان عظیم آباد و شاگردان علی قلیخان ندیم بود دیوانے دارد در ۱۱۸۶ھ جابہ گزاشت

قاصد جو نا امید پہرا کوے یار سے	خفقت ہوئی مجھے دل امیدوار سے
ذکر کیون غیر کا کرتے ہو فغان کے آگے	انہین باتون سے یہ کمبخت خفا ہوتا ہے
دلمین اوس شوخ کے جو پاس وفا سو معلوم	کہنے سننے کے لئے بات بنا رکہی ہے

فیض میر فیض علی پسر میر تقی در سرکار وزیر الممالک باپدرش بسر می برد اوراست

کل کہا موئے تہے جنکے لئے جسم زار پر	دو پہول بہی نہ لاے کبہی وہ مزار پر

فیض مولوی فیض الحسن سہارنپوری حافظ کلام اللہ حاجی بیت اللہ جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول در نظم عربی ید بیضا دارد و ہمپایۂ او درین فن کسے نیست و احیانا در پارسی و ریختہ ہم فکر مینماید و سحر طرازیہا بکار می برد از تصانیف اوست شواہد تفسیر بیضاوی و شواہد خمسہ و تذکرہ صحابہ مخفو و حاشیہ بر مشکوٰۃ و جلالین و حماسہ و کتابے در انساب و ایام عرب و تحفۂ صدیقیہ و از مثنویات معروفہ اوست

روضۂ فیض و چشمۂ فیض درین نزدیکی حسب طلب نامہ گرد آوردہ چند کہ لطف داشت نگاشتہ می آید کلامش لطیفہ دارد نتوان گفت ؎

غنیمت ہے کہ بعد از مرگ عاشق آشنا کہتے ہو	برا تھا یا بھلا تھا خیر جیسا تھا وہ اپنا تھا
گو وہ سنتے نہین پر ہم تو کسی حیلے سے	ایک دو بات محبت کی سنا جاتے ہین
مرنے کے بعد فکر قیامت محال ہا	سوتے سہی مگر نہ ملی داد خواب کی
پہلے ہی مدتون سے نہتی قدر و منزلت	پر شب کی منتون نے ڈبو دی رہی سہی
تھے اپنی زندگی سے میان فیض سخت تنگ	آخر یہ سن لیا کہ وہ کچھ کھا کے مر گئے

القاف

قابل مرزا علی بخش از دردۂ تیمور و تلامذۂ شیخ ابراہیم ذوق بود ؎

کیا جو قتل مجھے تو نے آج خوب کیا	کہ مین عذاب سے چھوٹا تجھے ثواب ہوا
احوال گریہ سن کے مرا یار نے کہا	اے لو ابھی سے عشق مین اس نے تو رو دیا

قاسم سید قاسم علی خان نواسۂ عطا حسین خان تحسین صاحب نو طرز مرصع کہ مخاطب بہ مرصع رقم بودہ از باشندگان لکھنؤ ست در موسیقی دستگاہے داشت ؎

جو ہان ہوئی تو جیتے گئے نہین تو جان گئی	ہماری زیست و مرگ آپ کی زبان مین ہے

قاسم حکیم میر قدرت اللہ خان دہلوی تلمیذ ہدایت اللہ خان ہدایت از مریدان حضرت مولانا فخر الدین بود قدس سرہ در ۱۲۴۶ھ وفات یافت دیوانے دارد و تذکرہ کہ دران کلام ارباب ریختہ فراہم آوردہ ؎

قاسم کے ساتھ بادہ خوری تھی تمام شب	اور نام سے ہے اوسکے تجاہل علی الصباح

دشنام دے سناتے ہو روٹھے کو آن مین | کیا جانے کیا فسون ہے تمہاری زبان مین
تفصیل سے کہہ قاسم حالِ دلِ دیوانہ | ہم سے نہ چھپا ظالم ہم یار ہین یارونکے
کہا مان قاسم نہ روک آنسوؤنکو | یہہ لڑکے ہین ناحق گلوگیر ہونگے

قایم شیخ قیام الدین از باشندگان چاندپور متعلق سنبھل مرادآباد و ارشد شاگردان سودا و تلمیذ میر درد ہم او را نوشتہ اند در سنہ ۱۲۱۱ھ داعی اجل را لبیک اجابت گفت دیوانے وارد و تذکرہ شعرا ریختہ ہم او راست حضرت شیفتہ میفرماید آنچہ بعض ناشناسان سخن بمکانت سودا می شمارندش حرف در دیوانگی شان از جنون ست از بہر اندوزان دانش نیاید پستی زمین را با فراز فلک یکے دانستن و ارباب بصیرت چشم از حق نتوانند بست چگونہ ذرہ را آفتاب می توان گفت بہرحال قایم در سخن دستگاہے دلپسند دارد گو بپایہ سودا مباش احاطہ بر اصناف سخن او را میسر است لاسیما در قطعات و رباعیات مضامینے کہ دلالت بر شوخی فکرش کند از طبعش تراویدہ انتہی از گفتار پاکیزۂ اوست ہ

قسمت کو دیکھہ ٹوٹی ہے جا کر کہان کمند | دو چار ہاتھہ جبکہ لبِ بام رہ گیا
غیر سے ملنا تمہارا سنکے گو ہم چپ رہے | پر سنا ہوگا کہ تمکو اک جہان نے کیا کہا
تا بہ فلک نالہ تو پہونچا تھا رات | مین ہی کچھہ اللہ کا ڈر کر گیا
کوچہ گردی دل مجنون نے مری کی ایجاد | عقدۂ دل جانکے ڈہب بادیہ پیمائی کا
معاملہ ہے یہہ دل کا اسے کہے گا وہ کیا | پیامبر کے ہمین ساتھہ آپ جاتا تھا
ہر دم آنے سے مین بھی ہون نادم | کیا کرون پر رہا نہین جاتا
ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر | روٹھا تھا آپ ہی تجھسے مین اور آپ ہی من گیا
ہنسنے کا یار یہہ بھی کوئی طور ہے کہ آج | قایم نے تیرے ہاتھہ سے گھبرا کے رو دیا
گر زیست ہے تجھہ تک تو پھر کیا | صدقے ترے مر ہی جاینگے ہم

دو جہان بھی ملین تو بس ہے ہمین
یان کچھ اتنی تو احتیاج نہین

مے کی توبہ کو تو مدت ہوئی قایم لیکن
بے طلب اب بھی جو ملجائے تو انکار نہین

قایم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر کیجئے
یون وہ نادان ہی پر اتنا تو بدآموز نہین

اتنا تو ہون ذلیل جو پوچھے ہے یہہ کوئی
تو جا بتا ہے اوسکو تو کہتا ہون نہین نہین

سنگ کو آب کرین پل مین ہماری باتین
لیکن افسوس یہی ہے کہ کہان سنتے ہو

ہان وہ تو آدمی ہین کہ جنسے تمہین ہو ربط
کیا شکوہ تم سے روئیے اپنے نصیب کے

قایم کو اپنی بزم سے جانے نہ دے کہ یار
ہے کیا برا جو مفت مین اک شعر خوان رہے

خدا نہ کردہ اوسے غیر سے تو کیا سرو کار
تھی ایک بات ہمارے ہی یہہ جلانے کی

مفت تک دون ہون نہین دل تو بھی کوئی لیتا نہین
ہان مگر اسکے بھی کچھ یہہ جنس سستی کیجئے

گو ہم سے تم ملے نہ تو ہم بھی نہ مر گئے
کہنے کو رہگیا یہہ سخن دن گذر گئے

رو کے پوچھا جو میسر ہو ترا کیونکہ وصال
ہنسکے کہنے لگا طالع کی مددگاری سے

بتونکی دید کو جاتا ہون دیر مین قایم
مجھے کچھ اور ارادہ نہین خدا نکرے

آخر تو جرم عشق سے کرتے ہین مجھکو قتل
یکبار اوسکے بھی تو کرین روبرو مجھے

قدرت شاہ قدرت اللہ برادر عم زاد میر شمس الدین فقیر از باشندگان دہلی در مرشد آباد سکونت ورزیدہ از شاگردان میرزا مظہر رح و جعفر علی حسرت بود در سنہ ۱۲ درگذشت دیوانے گذاشتہ از مشاہیر شعرا بود ص

سینہ اوسکا ہی دل اوسکا ہی جگر اوسکا ہی
تیر بیداد جدھر رو کرے گھر اوسکا ہے

حسرت نواب شمس الدولہ خلف نواب بارگاہ قلیخان دہلوی مقیم لکھنو از شاگردان جعفر علی حسرت بود در سرکار مرزا جہاندار شاہ اقتدارے داشت ص

امیدوار بوسہ لب ہے کھڑا کوئی
دیتا ہے تجھکو دیر سے بیمار دعا کوئی

پھر مجھکو کیا جو غیر کے تم جا کے گھر رہے
میرے تو ساتھ وعدہ شام و سحر رہے

قلق امجد علی ولد محمد علی در گلستان سخن نام پدرش اسد علی نگاشته و اهل علم از باشندگان لکھنؤ بود و از شاگردان فخر الملک نواب میر منوّ بیتاب دیوانے دارد ه

ہجوم آپکے در پر ہے دادخواہوں کا — ستم تو دیکھیئے ان شرمگین نگاہونکا
سنگِ درِ جانان سے سر ہمکو ٹپک آنا — دو چار گھڑی دن کو دو چار گھڑی شبکو

قلندر شاہ قلندر از شاگردان میرزا مظہر رح مذہب خود ترک گفتہ در سلک اہل اسلام منتظم گشته ه

سمجھتے ہی تھمیگا اشک ناصح — رونا ہے یہہ کچھہ ہنسی نہین ہے

قمر مرزا قمر الدین عرف مرزا حاجی مخاطب بافتخار الدولہ نایب غازی الدین حیدر بہادر بادشاہ لکھنؤ فرزند منشی مرزا جعفر لکھنوی در گلشن بیخار مہین پور مرزا تقی ہوس نوشتہ بہر حال از تلامذۂ مرزا قتیل بود دیوانے دارد ه

صلح کرتے ہوئے آخر وہ بجنگ آہی گیا — عشق کا نام بُرا ہے اوسے ننگ آہی گیا

قمر قمر الدین خان اکبر آبادی از طایفۂ یوسف زئی بود کہ شعبہ ایست از قوم افغان ه

کیسے کے عشق سے پابند صد رنج و تعب ہین ہم — ہزاروں آفتین ہین ایک ہم ہین کچھہ عجب ہین ہم

قناعت مرزا غلام نصیر الدین خلف مرزا ولی الدین نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ از تلامذۂ عبد الرحمن خان احسان و مرزا صابر دیوانے دارد ه

اوسکے یہہ کہنے کے مین صدقے کہ گھبرا کر کہا — سانس اولٹی ہاۓ کیون یہہ نوجوان لینے لگا
ضعف اپنا یان تلک پہونچا کہ ہم — آ نہین سکتے تمہارے دہیان مین
مجھہ مین اور تجھہ مین ہے سوسائو تجلّی کا ربط — ایک مژدہ ہے یہہ کہنا بھی کہ منظور نہین
بظاہر آپ تو آئے ہین صلح کو لیکن — اسے کہ تیغ بھی زیب کمر ہے کیا کہیے
تا غمزۂ خونخوار کا پاک اوس سے ہوا کُن — شوخی سے لیا نام قضا کا مرے آگے

اے بتو جو چاہو سو کر لو ستم		ہو رہے گی کچھ خدا کے سامنے
شوق کو کثرتِ نظارہ سے تھکتا ناہی		حشر سے پہلے میسر ہو وہ دیدار مجھے
پڑ پڑکے پاؤن مجھکو بٹھاتے ہین خارِ دشت		پھر ایسے قدردان ملینگے کہان مجھے

قیس مرزا احمد علی بیگ عرف مدارا بیگ خلف مرزا مراد علی بیگ در گلشنِ بیخار امداد علی بیگ نام پدرش آوردہ ہمانا مشہدی اصل لکھنوی مولد ست سخن را برحسرت عرض می نمود ؎

پھرتا ہون ہر کسی سے مین القاب پوچھتا		خط کے ترے جواب نے رسوا کیا مجھے
آئینہ دیکھ دیکھ کے کہتا تھا کل وہ شوخ		اس عالمِ شباب نے رسوا کیا مجھے

قیصر مرزا خدا بخش نواسہ شاہ عالم بادشاہ نسبت تلمذ بہ مومن خان داشت ؎

ہوسِ غیر سے عشق اپنا اوسے یاد آیا		کیا نئی طرح سے ہم دلمین گذر کرتے ہین
تو لطف کرے یا نکرے خوش ہو کہ ناخوش		اس بات پہ مرتا ہون کہ عاشق ہون ترا مین

کاف تازی

کامل مرزا ناصر الدین المعروف بہ محمد مرزا نبیرہ عالمگیر ثانی از برادر عم زاد خود مرزا رحیم الدین حیا باستفادہ پرداختہ ؎

کامل آشفتہ سر کو دیکھکر کہنے لگے		رہ گئے تھے اک یہی عاشق مری تقدیر کے

کرم شیخ غلام ضامن از اہالی کوتانہ بود چندے بہ شاہجہان آباد بسر بردہ و مدتے در حیدر آباد گذرانیدہ در بھوپال وفات یافت از تلامذہ مومن خان بود ہر دو زبان ریختہ و پارسی فکر میکرد و قوت نظمیہ بسیار داشت ؎

تیر ناخوردہ ہمارا رشک سے کیا کیا تڑپا		استخوانون مین مرے دیکھکے پیکان تیرا

فرہاد و قیس عشق مین سرگرم لاف تھے ‌ ‌ خاموش ہو گئے جو مرا نام آگیا
کیا ہی یا برہم ہوئی زلف اوس نے جو پوچھا مجھے ‌ ‌ اے کرم کس نے کیا حال پریشان تیرا
سہو نگے جو رطاقت و تاب و توان تلک ‌ ‌ لیکن یہہ پوچھتے ہین تجھی سے کہان تلک
جبین جبین ہے موج تبسم نگاہ مین ‌ ‌ ڈرتے ہے مجھے فریب کا تیرے یہان تلک
اے طفل اشک دیکھکے برباد کیجیو ‌ ‌ ہر پارۂ جگر ورق انتخاب ہے
اوسکو شہرت کی تمنا ہے مجھے رسوائی کی ‌ ‌ ہر کوئی آرزوے نشو ونما کرتا ہے

کلیم میر محمد حسین دہلوی نبیرۂ میر تقی ہم در پارسی سخن میگفت و ہم در ریختہ فکر سیکرد سخنوران او ستاد مسلمش داشتہ اند دیوان و مثنوی ہا ازو یادگارست وے فصوص الحکم را بریختہ آوردہ **ع**

آتی ہے دلپہ قلقل مینا سے اب شکست ‌ ‌ وہ دن گئے کلیم کہ ہر شیشہ سنگ تھا
ہو چکا حشر گئی دوزخ و جنت کو خلق ‌ ‌ رہ گیا مین ترے کوچہ مین گرفتار ہنوز
رکھون مین آنکھون مین کیونکر تجھے کہ ہی برسات ‌ ‌ پھر ایسا گھر کہ جو خانہ خراب ٹپکے ہے
غرور حسن کیا ممکن اگر فریاد کو پہونچے ‌ ‌ غرض تم سن چکے احوال مرہم داد کو پہونچے

کلیم المعروف بہ نور الحسن بن امیر الملک والاجاہ نواب سید محمد صدیق حسن خان بہادر کان اللہ لہما بکدام روے خود را در ضمن ریختہ فکران نغز سنج شمارم کر انچہ از رطب و یابس می نگارم از اتفاقات است و آن ہم بیشتر بہ سلسلہ جنبانی احبا ست ورنہ بہ شعر و شاعری سرے ندارم و نفسے کہ بیاد کسے گذرد مغتنم می انگارم آرے بیشتر ازین عہد کما بیش دو سال مشق سخن کردہ ام و شب و روز مصروف این کار بودہ مسنا کہ ازین فن وارم از انجاست و ذریعہ این اکتساب درین عالم اسباب ہمت حضرت شہیر بود سلمہ اللہ تعالے این بیتے چند از افکار خویش ثبت می نماید **ع**

کیا لیے گئین لگا کے وہ عالم فریبیان ‌ ‌ کہتا ہی مین تبھی دل کے لگانے سے عار تھا

دل تو رندون کے صاف ہوتے ہین
اسے جوش عیش جی نہین لگتا کسیطرح
دونون جہانسے ہے دلِ وحشی کنارہ گیر
جو در خور قبول نہو وہ سلام ہون
آتے ہین یاد صحبت احباب کے مزے
اقتضا وقت کا کہتا ہے کہ زاہد بنیئے
ہوگیا آج مسلمان کلیم خستہ
کوئی بہلے تو دل بہلتے ہین
ہر چند چاہتا ہون مین ترک وفا مگر
در سے اوٹھینگے نہ تیرے کبھی مرجائینگے
ہائے کسکو رولا دیا تونے
روشِ التماس کیا کہنا
کیون مجھکو سب گلے سے لگاتے ہین وقت نزع
ذوقِ شنید نے مجھے مارا کہ ہائے ہائے
مر نہین سکتے ہجر مین بھی ہمین
کہتا تھا حال وجد مین کوئی جلا بھنا
اس غمزدہ سے ضد ہی رہے ہی فراغ کو
اب بھی حسرت ہے ترے بیداد کی
ہون خیر خواہ پیر مغان دے مجھے شراب
اچھا محل ملا ہے شکایت کا یار کی
دل سا کہان ملے گا تجھے صید گاہ مین

خطرہ آتا نہین عبادت کا
پیدا کہین ہے ناخنِ غم کی خراش کر
کچھ ربط اسکو ہے تو تمھاری بغل سے ہے
جسکا جواب کچھ نہ ملے وہ پیام ہون
خلوت مین کیا ستم زدہ ازدحام ہون
وضع کہتی ہے کہ یہ بات تو کچھ خوب نہین
اسکا ہمکو تو یقین ہی نہین پر کہتے ہین
آدمی ہی تو ہین ضرورت ہے
بنتی نہین ہے بات وہان بن دِنا کیئے
تو ہی جب ہمکو اوٹھاتے تو کدھر جائینگے
تنگ یاس کیا کیا تونے
کام بگڑا اپنا دیا تونے
اور یہ بھی جانتے ہین کہ خنجر نہین ہو نہین
بیجا بھی تو کہے تو اوسے مین بجا کہون
اتنا بے اختیار ہونا تھا
دیکھو تو کیا نہین ہے دل داغ داغ مین
تم لیکے کیا کروگے دلِ داغ داغ کو
داد دینا اس دلِ ناشاد کی
ورنہ کہین گے لوگ کہ اسمین کرم نہین
منہ شکوہ ستم کا سوے آسمان ہو اب
اس صید رم شعار کو رکھنا نگاہ مین

ہے ایک بادہ نشہ ہے جسکا عروج پر
خجلت نصیب ہم ہین نہ تم سے کرم شعار
ہین حضرت کلیم بہی کیا خوب آدمی
مستی کسی نگہ کی ہے اپنی شراب مین
ہین کور ہم ہی ورنہ وہ آیا کئے مدام
پیر مغان ہے رات کو جو کچھ سنا سو آج
مرتا ہون اسکو دیکھ مغنی کے ہاتھ مین
کیسا دھرا ہے قصۂ فرہاد مین
ہین بہت سے جو رسے بھی بے نصیب
شورش کہان سے لائے جو ہمسا ہو دردمند
در خور عشق حقیقی ہین یہہ اہل تقوی
ڈرتے ہین پاس سے کہ ادہر اوسکا قصد ہے
دیدار کی طلب پہ وہ کہتے ہین گر ملے
کچھ بھی نہین عجب یہہ حرم مین اگر ملے
ہم اور بوستان پہ نگاہ سے ہمصفیر
لاؤن کہان سے مین وہ عدالت کدہ جہان
ہے گرچہ دور شیوۂ ارباب ناز سے
آزار تمھین بہی یار بہت کچھ ہین جانتے
خوگر عیش ہون جان سے جانے والے
لطف کا کوئی تو پہلو ہے کہ ہم جاتے ہین

کچھ اپنے سر مین اور کچھ اوسکی نگاہ مین
تم اور آؤ دل سے دیار تباہ مین
ہمکو بھی کل ملے تہے وہ اثنائے راہ مین
آتی ہے بو کسی کی ہمارے کباب مین
روز سیہ مین اور شب ماہتاب مین
منہ سے نکل نجائے کہین اضطراب مین
آواز آرہی ہے کسی کی رباب مین
فرق آتا ہے کسی کی یاد مین
مہربانی ہے نہان بیداد مین
شوخی کہان سے پائے جو تمسا جمیل ہو
ہم سے لوگون کے لیے عشق بتان اچھا ہے
بیٹھے ہین شوق وصل فرسائے ہوئے
جب دل سے دل ملے تو نظر سے نظر ملے
جب بادہ میکدہ مین ہمین اسقدر ملے
دامن مین وہ ہر لیے جو کہین بال و پر ملے
داد نمک فشانی زخم جگر ملے
کرنا پڑا ہے لطف ہمارے نیاز سے
حضرت بھی میکدہ مین ہمین بیشتر ملے
کوئی بازار سے لے آئے رولانیوالے
جی بٹھا دیتے ہین محفل سے اوٹھانیوالے

کوثر مرزا مہدی ولد مرزا قطب الدین حیدر لکھنوی دہلوی موطن از تلامذۂ

ناسخ دیوانے گزاشتہ ہ

تیرا تو آسرا تھا جدائی مین یار کی
اے موت تو بھی مجھسے گریزان ہے ان دنون

تربت پہ میری ایسی برستی ہے بیکسی
بے اختیار شمع کے آنسو ٹپک پڑے

کیف شیخ فضل احمد خلف شیخ اکبر علی کشمیری لکھنوی از تلامذۂ وزیر علی صبا دیوانے دارد ہ

یارب سبیل رکھکر پیر مغان پکارے
للہ پیتے جاؤ پیاسو ثواب ہوگا

بیہوش کل اوٹھا کر لائے تھے کیف کو ہم
پھر آج میکدہ مین خانہ خراب ہوگا

کسی نے باغ مین ایسا شگوفہ چھوڑا ہے
کہ آجتک گل و بلبل مین بول چال نہین

بزم مین یار کو پوچھے جو کوئی بتلا دون
شمع کے پاس رہ بیٹھے ہین جلانے والے

کاف پارسی

گویا حسام الدولہ نواب فقیر محمد خان بہادر از امراے نامی لکھنؤست و از شاگردان ناسخ و وزیر بود دیوانش از نظر گزشت خوش گوست ہ

اے بت کل تو ہے اللہ کو منہ دکھلانا
آج منہ ہمکو دکھاؤگے تو احسان ہوگا

وہ ایسا نہین چپ رہے بات سنکر
کوئی اور ہووے گا گویا نہوگا

دعائین مانگی ہین مدتون تک جھکاکے سر ہاتھ اوٹھا اوٹھا کر
ہوا ہون تب مین بتون کا بندہ خدا خدا کر خدا خدا کر

جاتے مین یا اوسکو بلواتے ہین ہم
دل کو یہہ کہہ کہکے بہلاتے ہین ہم

زاہد و جرم کیا کرتا ہون مین بہر ثواب
دل ہے کعبہ اسے کرنا ہی سیہ پوش تجھے

وصل کی رات ہی یون جلد نہ آئی ہوتی
اے سحر اور ذرا دیر لگائی ہوتی

گر ترے اوٹھنے نہ بیٹھنے سے بگڑ بیٹھا وہ
تو تو گویا تھا سا کوئی بات بنائی ہوتی

لام

لطف مرزا علی استرآبادی الاصل دہلوی نشا رعظیم آبادی مسکن تلمیذ میر تقی بجید رآباد رفتہ قصاید انشا کردہ وصلہا یافتہ از شاگردان سودا بغلط مشہور است تذکرۂ ریختہ گویان ازو یادگار است **ہ**

نہ پہونچی ضعف سے لب تک دعا ہی زندساں
در قبول تو اس آرزو مین باز رہا

جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہووے نصیب
یہ زندگی جو تھی اپنی تو امتحان رہا

ہے یہ بھی دن یا بہیر شب وصل مین سویا
پوچھے ہے وہ کتنی رہی شب کچھ نہین معلوم

اگرچہ فرق زمین آسمان کا ہے تاہم
ملے ہی وضع فلک سا کی بہت تری خو مین

میم

ماہ مرزا عنایت علی بیگ ماہ کہین برادر مرزا حاتم علی مہر از باشندگان لکھنؤ وازاقامت گزیدگان اکبرآباد از شاگردان آتش دیوانے دارد **ہ**

جب مین کہتا ہون کہ اب جانے سے گزر جائیے
ہائے کس ناز سے کہتا ہے وہ اچھا کب تک

ماہر مرزا جمعیت شاہ دہلوی خلف مرزا زور آور بخت نبیرہ شاہ عالم بادشاہ از تلامذہ مرزا صابر **ہ**

سمجھ ہی اولٹی ہے دیوانگان الفت کی
کہ دیکھ کے جانے پہ رکھتے ہین نام آنے کا

رو دیا قتل کے بعد اوس نے پشیمان ہو کر
اوسکو پیدا جو جفاکش کوئی مجھسا نہوا

وصل کی رات ہر اک بات پہ منہ پھیر کے وہ | بیمزہ یون ہے کہ گویا اونہین منظور نہین
رونا تھا دل کے ساتھ سو خون ہو کے بہہ گیا | اب دل نہین تو نام کو بھی چشم نم نہین
بگڑ کے بیٹھنا اوسکا بناوٹ ہے گویا | ہر ایک بات مین خوبی ہے خوشنما کے لیئے
بڑھانی تمکو تو مشق ستم ہے اور ہم بھی | نہین کچھ ایسی کہ اتنا جگر نہین رکھتے
آنکھون سے تو دکھا چکی کیا کچھ یہ چشم تر | کانون سے کیا سنائیگی دیکھون زبان مجھے
کتنا ہی ہم چراتے ہین آنکھ اوسپہ پڑے نظر | ناچار پڑ ہی جاتی ہے کمبخت پیار کی

مائل میر محمدی دہلوی از ارشد تلامذہ قیام الدین قایم و در گلشن بیخار شاگرد مولوی قدرت اللہ اکبرآبادی نگاشتہ بہر حال وے در عہد شاہ عالم بادشاہ در مرشدآباد سکونت ورزیدہ ہ

کیا کیا کہون مین تجھسے دل زار کی ہوس | مشہور ہے جہان مین بیمار کی ہوس

مائل میر عالم علی خان خلف میر مودود بخش خان سردار بہادر از باشندگان سہسوان شنیدہ شد کہ در سرکار بڑودہ او و بزرگان او اقتدار یافتند و خطاب خانی بجلدوے خیر سگالی از سرکار انگریزی تفویض گشت سخن بر میرزا غالب می گذرانید آنا روش میرزا در گفتار اوئی یابم آرے ہرکسے را طبایع مختلف دادہ اند و مطبوع ہرکسے اندازے خاص است گویند جوانے زیبا بود در عالم شباب درگذشت ہ

منہ پہ کہکے تیر منہ یہ وہ کہتے ہین پیار سے | مائل ہے اب بھی جی مین تیرے کچھ ہوس رہی
دل مائل کی چھینے سے آپکو لازم رعایت ہے | یہ میرا ناز پرور تو گرفتار مصیبت ہے
خطا ثابت کرینگے اپنی ہم اور اونکو چھیڑینگے | سنا ہے اونکو غصہ مین چمٹ جانیکی عادت ہے
کہتے ہین وہ مدام کہ ہین تابع رضا | مائل ہے جی مین آج اونہین آزمائیے

مادہو رام ساہوکار فرخ آبادی از شاگردان منشی منیر طبع خوشی دارد ہ

دیکھکر مجھکو وہ شوخی سے لیے منہ ڈھانکے ہین | اک سلامت رہے تو چاہنے والا میرا

عہد کرکے اونہین دیکھون تو یہہ فرماتے ہین
شرم بھی تجھکو نہ آئی پھر ادہر دیکھہ لیا

مینے جو یہہ کہا تمہین الفت مری نہین
گردن جھکا کے نازسے بولے کہ جی نہین

چبھتے ہین خارِ دشت تو کہتی ہے بیکسی
حضرت کدہر ہے دہیان تمہارا یہہ گہر نہو

شکر ہے بعد مرے یارنے آشنا تو کہا
سچ تو ہے چاہنے والا نہین ملتا کوئی

گلے لگا کے شبِ وصل کس ادا سے کہا
نہوئی تجھسے محبت تو پیار کیون کرتے

قتل کرنا وہ شوخ کیا جانے
ابھی کمسن ہے دل دہڑکتا ہے

مبین حافظ غلام دستگیر شاگرد و فرزند حافظ قطب الدین مشیر اوراست ؎

کس منہہ سے بیوفا کہون تمکو کہ مینے بہی
شکوہ کیا ہے دلمین کئی بار آپ کا

سخت جانیکو مرے کھیل کہین سمجھے ہو
ٹوٹنے آگئے ہو کیون خنجرِ بُرّان اپنا

کوے بتان سے نکلے تو کعبے گئے مبین
شرمندگی اوتارنے کو پارسا ہوئے

مجروح میر مہدی حسن خلف میر حسین نگار از باشندگان دہلی و شاگردان میرزا غالب ازوست ؎

کچھہ آگ بن ہو چلی ہے باغبان سے
بس اب نکلا ہی سمجھہ گلستان سے

تڑپتی کیون مگر بجلی کے دل مین
کھٹک ہے میرے خارِ آشیان کی

محبت نواب محبت خان شہباز جنگ خلف حافظ الملک نواب رحمت خان والی کٹھیر از تلامذۂ حسرت و میر درد بود بعد واقعۂ شہادت پدر خویش در لکھنؤ سکونت گرفتہ در ۱۲۲۳ھ وفات یافتہ دیوانے گذاشت ؎

جسکو تری آنکھون سے سروکار رہیگا
بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہیگا

بیٹھنے دیوے جو وہ بزم مین اپنی نہ مجھے
تو اوٹھا لیجیو اے بارِ خدایا مجھکو

گالی کا انتظار تو حد سے گزر چکا
منہہ کو کہان تلک ترے دیکھا کرے کوئی

محمود حافظ محمود علی خان برادرزادہ اعظم الدولہ میر محمد خان سرور دیوانے

ازو یادگارست ہ

اپنی برگشتگیٔ بخت کا دیوانہ ہون / کی شفاعت جو کسی نے تو وہ اغوا سمجھا

افسوس ہوا حشر مین کیا بے گنہی کا / قاتل جو ہمین سر بگریبان نظر آیا

جو پاسے زہر ہین یہ گران جانیون مین ہم / اعدا کے گھر تری مہمانیون مین ہم

جان کیا چیز ہے پر عشق مین تاثیر تو ہو / کوئی مرجائے اگر تو کوئی دلگیر تو ہو

لاغری سے مین نظر آتا نہین / چارہ گر بیٹھے ہین ماتم دار سے

محنت مرزا حسین علی دہلوی لکھنوی منشا از تربیت یافتگان جرأت ہ

احوال مرا دہیان سے سنتا تہا ولیکن / کچھ بات جو سمجھا تو کہا مین نہین سنتا

مُحیّر محمد احسان اللہ دہلوی اکتساب سخن از شیخ ابراہیم ذوق نمودہ ہ

بناکر آئینہ خود بین کیا آئینہ رویون کو / ہمین حیرت ہے ہم نے کیا بگاڑا تہا سکندر کا

واعظا جد نسے کی ہے توبہ پی جاتا ہون مین / میرے لب تک اگر کبھی آتی ہے پیمانہ کی بات

مرہون مرزا علی رضا مشہدی الاصل دہلوی مولد مدتے در حیدرآباد بسر بردہ از تلامذۂ میر ممنون بود ہ

جز نیک نگاہ خشم کبھی اوسکی خو نہین / قسمت تو دیکھیے یہ بھی کبھو ہے کبھو نہین

مسرور نواب غلام حسین خان بہادر خلف شرف الدولہ نواب فیض اللہ بیگ خان دہلوی در ستار نوازی دستگاہے تمام داشت ہ

لکھکر زمین پہ نام ہمارا مٹا دیا / اونکا تو کھیل خاک مین ہمکو ملا دیا

سخت جانی سے دم ذبح مرے ہاتہ نہ کھینچ / کر تجھے تجربہ قوت بازو ہی سہی

مشتاق لالہ بہاری لال نگارندۂ اکمل الاخبار دہلی از شاگردان مرزا نوشہ ہ

یون ترے ساتھ بزم مین دشمن کا بیٹھنا / وہ اعتراض ہے کہ اوٹھایا نجائے گا

جہان جاگے وہین انگڑائیان لو	یہان پھیلائی ہے سستی کہان کی

مشیر حافظ قطب الدین دہلوی شیوۂ سخنوری از شاہ نصیر آموختہ ؎

الٰہی کون سی جنت ہے بے حور	کہان لے جاؤن مین اوس بدگمان کو

مصحفی غلام ہمدانی از اہالی امروہہ مضافات مراد آباد در آغاز شباب بہ جہان آباد بسر می برد عاقبت در لکھنؤ رفت و ہمانجا بحق پیوست روزے چند برفاقت مرزا سلیمان شکوہ گذرانیدہ بود ابتدائش انتہاے دورۂ سوداست با جرأت و انشا در یک ردیف و قافیہ جادۂ سخن می پیمود در ریختہ ہشت دیوان و دو تذکرہ دارد و در پارسی دیوانے بجواب نظیری و تذکرۂ او راست در بلاد مشرق مسلم الثبوت بود در استادی وے سخن نیست بر جمیع اصناف سخن قدرتے داشت تمام و گزیدہ اشعارش نتوان گفت کہ چہا شور انگیز است ؎

مین اسی رشک سے مرتا ہون کہ کل غیر نے ہاے	ہاتھ ہنگام قسم کیون ترے سر پہ رکھا
تھا اگر روز قیامت تو بھی ہم شادان رہے	وہ جو اکدن اوسکے ملنے کا مقرر ہوگیا
شوخی تو دیکھو تیر کو سینہ سے کھینچکر	کہتا ہے میرے تیر کا پیکان رہگیا
مجھکو قاصد کے تغافل نے تو مارا ہی ہے	روز ظالم یہی کہتا ہے کہ کل جاؤنگا
مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم	تیرے دل مین تو بہت کام رفو کا نکلا
مت میرے رنگ زرد کا چرچا کرو کہ یان	رنگ ایکسا ہمیشہ کسی کا نہین رہا
بھیج دیتا ہے خیال اپنا عوض اپنے مدام	کسقدر یار کو غم ہے مری تنہائی کا
جبین سے کیونکہ مین سوؤن کہ شب ہجر مجھے	یاد آتا ہے وہ راتونکا جگانا تیرا
تلوار کو کھینچ ہنس پڑا وہ	ہے مصحفی کشتہ اس ادا کا
ترے کو مین اس بہانے مجھے دن سے رات کرنا	کبھی اس سے بات کرنا کبھی اوس سے بات کرنا
پھٹ چکا جب سے گریبان تب سے	ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہین

وہی دشت اور وہی گریبان چاک
جب تلک ہاتھ پانون چلتے ہین

ہائے وہ دل کہ جسے مینے بغلمین پالا
اب اوسے یون ہدف ناوک مژگان دیکھون

فلک گر ہنساتا ہے مجہہ کو سیکو
مین ہنسکر فلک کی طرف دیکھتا ہون

کھانے نہین دیتے ہین مجھے خون جگر بہی
نالے تو مرے حلق کے دربان ہوئے ہین

وہ سنتے یا نہ سنتے اوسکو ہم اپنا احوال
پس دیوار کھڑے ہوکے سنا جاتے ہین

جو کٹ پہ جنگی مین نے روروکے رات کاٹی
سنتا ہون صبح گیا وہ مہمان کسیکے گہر ہین

مصحفی یار ہین اسوقت کے سب مردہ پسند
بدنتہا ہم بہی تخلص جو مزاری رکھتے

او دامن اوٹھا کے جانے والے
ٹک ہمکو بھی خاک سے اوٹھا لے

مہدی کو اپنی دیکہہ کے کہنے لگا وہ شوخ
سچ ہے کسی کا خون ہوا میرے ہاتھ سے

وعدۂ قتل سے رکہتا ہون دل اپنے کو مین شاد
کہ اسی وعدہ پہ اک وعدۂ دیدار بہی ہے

وہ جی مین یہہ نازان کہ مرا عیب تو دیکھو
مین خوش کہ خیال نگہ دور کسے ہے

مجہسکو پامال کر گیا ہے ابہی
یہہ جو دامن اوٹھاکے جاتا ہے

غم کہاتا ہون جتنا مری نیت نہین بہرتی
کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہین بہرتی

مظہر قطب الاقطاب شیخ المشایخ شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا جانجانان خلف الصدق میرزا جان رحمۃ اللہ علیہما حضرت ایشان بہ بست وہشت واسطہ بتوسط محمد ابن حنیفہ بامیر المومنین علی مرتضے کرم اللہ وجہہ میرسد در سنہ ۱۱۱۳ ہجری خلعت وجود پوشیدند و در عمر شانزدہ سالگی گردیتیمی بررونشست و در سنہ ۱۱۹۵ھ از دست مرفضا شہادت یافتند میر قمر الدین منت عَاشَ حَمِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا تاریخ وفات حضرت ایشان یافتہ حضرت ایشان علاوہ کمالات باطنی وظاہری در فن شعر نیز درجہ عالی میداشتند وجز حرف عشق و درد بر لوح زبان نمی نگاشتند و اصلا در ضمن شعر غرض دنیا و اظہار ہنر درمیان نہ داشتند وگاہے